2-10-1965 پاک فوج نے چھمب میں بھارتی حملہ ناکام بنادیا۔

4-10-1965 چھمب میں بھارتی حملہ پسپا ہوا، چونڈہ میں 125 بھارتی ٹینک تباہ۔

6-10-1965 "خدشہ ہے کہ بھارت ایک اور حملہ کی تیاری کر رہا ہے"۔(سلامتی کونسل میں پاکستان کی اطلاع)

8-10-1965 بھارت کو راجستھان سیکٹر میں شکست فاش ہوئی۔

9-10-1965 مقبوضہ کشمیر میں بغاوت کی لہر تیز ہوگئی۔

10-10-1965 بھارتی فوج نے سرینگر میں مظاہرین پر فائرنگ کردی، متعدد مذہبی وسیاسی رہنما گرفتار کردیے۔

11-10-1965 بھارت کا مشرقی پاکستان پر حملہ ناکام ہوا۔65000 کشمیری مقبوضہ کشمیر سے آزاد کشمیر آگئے:"ہم پاک فوج سے مل کر بھارت سے لڑنا چاہتے ہیں"۔10000 قبائلیوں نے حکومت پاکستان کو فوجی تعاون کی پیشکش کی۔

13-10-1965 راجستھان میں بھارتی حملہ ناکام ہوا۔

14-10-1965 صدر جانسن کی طرف سے صدر ایوب کو دورہ امریکہ کی دعوت ملی۔

15-10-1965 برکی، ظفر اقبال اور ٹیٹوال میں بھارتی حملے ناکام ہوئے۔

16-10-1965 "کشمیر میں رائے شماری کرائی جائے"۔(لیبیا کا مطالبہ)

20-10-1965 "سلامتی کونسل فوجوں کی واپسی کے ساتھ ساتھ مسئلہ کشمیر کا بھی انتظام کرے"۔(پاکستان)

25-10-1965 انڈیا کی مخالفت کے باوجود سلامتی کونسل کا اجلاس شروع ہوا۔
پاکستان اور بھارت نے اپنے اپنے ہائی کمشنر واپس بلا لیے۔

26-10-1965 راجوری سیکٹر میں 20 بھارتی فوجی ہلاک ہوئے۔

29-10-1965 "اگر چین نے پاکستان کی مزید حمایت کی تو ہم اس پر حملہ کریں گے"۔(بھارتی وزیراعظم شاستری)

31-10-1965 "اگر سلامتی کونسل نے 3 ہفتے میں مسئلہ کشمیر کو حل نہ کیا' تو پاکستان یہ مسئلہ جنرل اسمبلی میں لے جائے گا۔"(وزیر خارجہ بھٹو)

3-11-1965 "کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ نہیں ہے"۔(بھارتی کمیونسٹ پارٹی) [جاری ہے]

قسط: 2

نوجوان نسل کی بے راہروی اور اس کا علاج

محمود اسماعیل سلمانی

اولاد کا نیک ہونا ضروری ہے:

انسان جہاں اولاد کی خواہش اپنے سینے میں رکھتا ہے، وہاں اس کو حتی الامکان کوشش کرنا چاہیے کہ اولاد صحیح معنوں میں آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوں، ورنہ ہمارے معاشرے میں بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ جب ماں باپ بڑھاپے میں پہنچ کر ان کی رہی سہی قوت ختم ہو جاتی ہے، اور کسی سہارے کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے، تو اولاد ان کے لیے سہارا بننے کی بجائے الٹا انہیں اپنے لیے وبال جان اور بہت بڑا بوجھ سمجھتے ہیں، اور معمولی سی بات پر گالی گلوچ اور زدوکوب کا نشانہ بناتے ہیں۔ اسے یہ شعور نہیں ہوتا کہ ایک دن اس نے بھی اسی مرحلہ میں داخل ہو کر اپنی اولاد کی خدمت کا محتاج ہونا ہے۔ قرآن پاک کا یہ حکم اس کے لیے چنداں اہمیت کا حامل نہیں ہوتا، جس میں اللہ تعالی نے والدین کے ساتھ نیک سلوک کو توحید الوہیت کے پہلو میں لا کھڑا کیا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿و قضى ربك ان لا تعبدوا إلا إياه و بالوالدين إحسانا إما يبلغن عندك الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما و قل لهما قولا كريما ۞ و اخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا ۞﴾ (الإسراء: 23، 24)

”اور تیرے مالک نے چکوتا (قطعی حکم اور فیصلہ) کر دیا ہے، کہ اس کے سوا کسی اور کو مت پوجو (اس کے سوا کسی کے بندے نہ بنو) اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو، اگر تیرے پاس (زندگی میں) ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے تک پہنچ جائیں تو ان سے ”ہوں“ تک نہ کرنا اور نہ (ان کو) جھڑکنا اور ان کے ساتھ نرمی سے بات کرنا اور (ادب و) مہربانی سے عاجزی کا بازو ان کے لیے جھکا دینا اور دعا کرنا کہ: اے میرے رب ان (والدین) پر رحم فرما، جیسے انہوں نے (مجھ پر رحم کر کے) چھٹپنے میں مجھ کو پالا“۔

معلوم ہونا چاہیے کہ ماں باپ جواں ہوں یا بوڑھے، ہر حال میں ان کا ادب کرنا اور نرمی سے بات کرنا فرض ہے اور ان کو ڈانٹنا حرام ہے۔ قرآن نے ﴿اما يبلغن عندك الكبر ......﴾ اس لیے فرمایا کہ بڑھاپے کے

مرحلے میں پہنچ کران کو خدمت کرنے والے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے،اس مرحلہ میں ان کا مزاج بدل جاتا ہے،عام طور پر بڑھاپے میں چڑچڑے ہوجاتے ہیں،بعض دفعہ تو ہوش وحواس میں بھی کمی آجاتی ہے۔اس وقت اگر اولاد ان کی خدمت کرنے کی بجائے ان کو بوجھ سمجھیں اور انکی رفاقت کو اپنے لئے باعث ننگ وعار تصور کرکے ان کو ذلیل ترین زندگی بسر کرنے پر مجبور کریں،تو ایسی اولاد سے اور کس نیکی کی توقع رکھی جاسکتی ہے؟ والدین کے دنیا سے چلے جانے کے بعد وہ ایسی اولاد سے کیا امیدیں وابستہ رکھ سکتے ہیں؟ کیا وہ بدنصیب شخص اس بددعا سے بچ سکتا ہے،جس کا کرنے والا جبریل امین علیہ السلام سردار ملائکہ اور اس پر آمین کہنے والا سردار انبیاء ورسل حضرت محمد ﷺ تھا؟ کیا رب العلمین اس بددعا کو مسترد فرمائے گا؟

ارشاد ہوتا ہے: **"ومن أدرك أحد والديه ثم لم يُغفر له أبعده الله"** (مسند احمد: 4 / 344 ـ عن مالك بن عمرو القشيرى) "جو والدین میں سے ایک کی زندگی میسر ہونے کے باوجود ان کی خدمت کرکے اپنے گناہ نہ بخشوا سکے،اللہ اس کو بھی اپنی رحمت (جنت) سے دور کردے۔"

ایسے لوگوں کو جو والدین کی خدمت اور ان سے نیک سلوک کرکے اپنے گناہوں کو بخشوانے اور اپنی اولاد کے لیے بہتر نمونۂ عمل پیش کرنے کا اہتمام نہیں کرتے،احساس کرنا چاہیے کہ والدین نے ان کے پالنے پوسنے میں کتنی مشقتیں برداشت کی ہوں گی،خصوصاً ماں، جس نے حمل سے لے کر بڑے ہونے تک ہر قسم کی تکالیف جھیل کر اپنی جان ان پر نچھاور کردی ہے۔قرآن مجید نے ان مراحل کو خوب وضاحت سے بیان فرمایا ہے:﴿ و وصينا الانسان بوالديه حملته أمه وهناً على وهن وفصله في عامين أن اشكر لي و لوالديك الى المصير ۞﴾ (لقمان: 14) اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ اپنے ماں باپ سے نیک سلوک کرے،ماں نے تو اس کو تھک تھک کر (پیٹ میں) اٹھایا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹا،(ہم نے اس کو حکم دیا کہ) میرا شکر کرتا رہے اور اپنے ماں باپ کا بھی شکر ادا کرتا رہے۔(آخر) تجھ کو (مرنے کے بعد) میرے پاس لوٹ کر آنا ہے۔"

دوسری آیت میں مزید تفصیل سے ارشاد فرمایا:﴿ و وصينا الانسان بوالديه احسانا ، حملته امه كرهاً ووضعته كرهاً و حمله وفصله ثلاثون شهراً حتىٰ اذا بلغ اشده وبلغ اربعين سنة قال رب اوزعني ان اشكر نعمتك التيّ انعمت عليّ وعلى والديّ و ان اعمل صالحاً ترضاه و اصلح لي في ذريتيّ انى تبت اليك و انى من المسلمين ۞﴾(الاحقاف: 15) "اور ہم نے

انسان کو اپنے والدین سے نیک سلوک کا حکم دیا ہے۔ ماں نے تکلیف اٹھا کر (کم از کم چھ مہینے یا اس سے زیادہ) اس کو پیٹ میں رکھا اور تکلیف اٹھا کر اس کو جنا اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھٹنا تیں مہینوں میں (پورا) ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی طاقت کو پہنچتا ہے اور پھر چالیس سال کی عمر ہوتی ہے' تو کہتا ہے: میرے رب! مجھ کو توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور میں ایسے نیک کام کرتا رہوں' جس سے تو راضی ہو اور میری اولاد کو بھی لائق (نیک) کر دے۔ میں نے تیری درگاہ میں توبہ کی اور میں تیرے فرمان برداروں میں سے ہوں۔"

اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ آدمی اپنے والدین سے حسن سلوک سے پیش آئے، ان سے نرم گوئی اختیار کرے، مال دولت ان پر خرچ کرے، کیونکہ ماں باپ اولاد کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں بہت سی تکالیف برداشت کرتے ہیں۔خصوصاً ماں' جسے بہت بڑی صعوبتیں پہنچتی ہیں، حمل کی تکلیف، ولادت کی تکلیف، دودھ پلانے کی تکلیف اور پرورش کے دوران کی تکلیفیں وغیرہ ، یہ مدت ایک دو گھنٹے کی نہیں، بلکہ یہ لگ بھگ نو ماہ، یا کم از کم چھ مہینے کی ہے اور باقی مدت رضاعت ہے۔"

(تیسیر الکریم الرحمٰن : 2 / 1086 ، ابن کثیر: 4 / 169 ، 170 ، فتح القدیر : 5 / 17 ، 20 ، اشرف الحواشی : ص 601)

بعض روایات کے مطابق یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا ایسا کوئی شخص نہ تھا، جس کے والدین اور اولاد سب مسلمان ہوں۔(فتح القدیر : 5/ 17۔ اشرف الحواشی : ص 601)

ماں باپ قیمتی سرمایہ ہے، اور خدمت کرنا خوش قسمت لوگوں کا کام ہے، ان کی خدمت کرنے سے جنت جیسی لازوال نعمت حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ نافرمانی کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جہنم تیار کر رکھا ہے۔ أبو أمامة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: "یارسول الله ﷺ! ماحق الولدین علی ولدهما؟" قال ﷺ: "**هما جنتک ونارک**"۔(ابن ماجه : 2/ 1208) "اے اللہ کے رسول ﷺ ماں باپ کے لیے اپنی اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے زور دے کر ارشاد فرمایا: "وہ دونوں تمہارے لیے جنت ثابت ہوں گے یا جہنم"۔ یعنی ان سے نیک سلوک کریں گے تو جنت میں جاؤ گے، ان کا کہنا مانیں' ان سے بدسلوکی کریں تو جہنم میں جاؤ گے۔

ایسی بھی خوش بخت اولاد گزری ہے، جنہوں نے ماں باپ کے ہر حکم کو (شرعی حدود کے اندر) بخوشی بجالایا ہے، اور اس کی بجا آوری کو اپنے لیے سعادت اور نجات کا ذریعہ سمجھا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عظیم قربانی سے کون واقف نہیں ؟ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب چھیاسی سال کی عمر میں پہنچتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی

دعا قبول فرماتا ہے اور ایسا فرمان بردار بیٹا عنایت کرتا ہے جو باپ کی تابعداری کے آخری سرحد کو چھو کر دنیا کو فرمانبرداری کا طریقہ اور سلیقہ بتلاتا ہے۔قرآن مجید نے بارہا اس عظیم واقعہ کو بیان کیا ہے:﴿ وقال انی ذاھب الی ربی سیھدین ۞ رب ھب لی من الصالحین ۞فبشرناہ بغلام حلیم ۞ فلما بلغ معہ السعی قال یا بنی انّی اری فی المنام انّی اذبحک فانظر ماذا تری قال یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شآء اللہ من الصابرین ۞ فلمآ اسلما وتلہٗ للجبین ۞ ونادیناہ ان یآابراھیم ۞ قد صدقت الرؤیآ انا کذلک نجزی المحسنین ۞ان ھذا لھو البلآء المبین ۞ وفدیناہ بذبح عظیم ۞وترکنا علیہ فی الآخِرین ۞ سلام علیٰ ابراھیم ۞ کذلک نجزی المحسنین ۞ انہٗ من عبادنا المؤمنین ۞ وبشرناہ باسحق نبیا من الصالحین ۞﴾ (الصافات: 99۔112)

"اور اس (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا: میں ہجرت کر کے اپنے پروردگار کے پاس جانے والا ہوں، وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا، اے میرے رب! مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما۔ تو ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت دی۔ پھر جب وہ (بچہ) اتنی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ چلے پھرے، تو اس (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا: میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں اپنے آپ کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھتا ہوں، اب تو بتا تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا: ابا جان! جو حکم ہوا ہے اسے بجالائیے ان شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ غرض جب دونوں مطیع ہوگئے اور اس نے (باپ نے) اس کو (بیٹے کو) پیشانی کے بل لٹا دیا۔ تو ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا، بیشک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ ایک کھلا امتحان تھا۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا۔ اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم علیہ السلام پر سلامتی ہو، ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھا۔ اور ہم نے اسے اسحاق (علیہ السلام) نبی کی بشارت دی، جو صالحین میں سے تھا"

مقربین بارگاہ الٰہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ وہ نہیں ہوتا، جو عام لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے، ان کو امتحان وآزمائش کے سخت ترین منازل طے کرنے پڑتے ہیں اور قدم قدم پر جاں سپاری اور تسلیم ورضا کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے، خاص کر انبیاء کرام اپنے مراتب کے اعتبار سے مختلف امتحانات کی صعوبتوں میں ڈال دیے جاتے ہیں۔